روزنامہ
الفضل
ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۷۷/۴۲ | بدھ ۔ ۳ ۔ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ ، ۲ ۔ تبوک ۱۳۷۱ ہش ، ۲ ۔ ستمبر ۱۹۹۲ء | نمبر ۲۰۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُعائیں کرتے ہوئے تھکو نہیں

"خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلاتِ دنیا سے نجات پا سکتا ہے کیونکہ وہ دردمندوں کی دعاؤں کو سُن لیتا ہے۔ مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ دعائیں مانگنے سے انسان تھکے نہیں تو کامیاب ہوگا۔ اگر تھک جاوے گا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے بدظن ہو کر سلبِ ایمان کر بیٹھے گا۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۷)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"خوب یاد رکھو کہ امیری کیا ہے؟ امیری ایک زہر کھانا ہے۔ اس کے اثر سے وہی بچ سکتا ہے جو شفقت علیٰ خلق اللہ کے تریاق کو استعمال کرے اور تکبّر نہ کرے لیکن اگر وہ اس کی شیخی اور گھمنڈ میں آتا ہے تو نتیجہ ہلاکت ہے۔ ایک پیاسا ہو اور ساتھ کنواں بھی ہو لیکن کمزور ہو اور غریب ہو اور پاس ایک متموّل انسان ہو تو وہ محض اس خیال سے کہ اس کو پانی پلانے سے میری عزّت جاتی رہے گی اس نیکی سے محروم رہ جائے گا۔ اس نخوت کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ نیکی سے محروم رہا اور خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آیا۔ پھر اس سے کیا فائدہ پہنچا۔ یہ زہر ہوا یا کیا؟ وہ نادان ہے سمجھتا نہیں کہ اس نے زہر کھائی ہے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنا اثر کر لیا ہے اور وہ ہلاک کر دے گی۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۹)

"میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کر دو۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہو جاؤ۔ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے، لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں، اس کی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے۔ پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا؟ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۴۰)

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد امام البیت الفضل لندن تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کی دوسری بیٹی عزیزہ عطیہ البشریٰ کی شادی کی تقریب ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء لندن میں منعقد ہوئی۔ عزیزہ کے نکاح کا اعلان گذشتہ سال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیز مکرم مودود احمد صاحب بھٹی ابن مکرم محترم رشید احمد صاحب بھٹی آف فلاڈلفیا۔ امریکہ کے ساتھ فرمایا تھا۔ تقریب شادی میں حضور انور رونق افروز ہوئے۔ تلاوت و ترجمہ کے بعد مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب نے مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب کی ایک دعائیہ نظم پیش کی جو خاص اس موقع کے لئے لکھی گئی تھی اور سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعائیہ منظوم کلام پر تضمین کا رنگ رکھتی تھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ عزیزم عطاء المنعم نے پیش کیا۔ بعد ازاں حضور انور نے شادی کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کروائی۔

اگلے روز ۲۵ جولائی کو محمود ہال میں دعوتِ ولیمہ منعقد ہوئی اس میں بھی از راہِ شفقت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شمولیت فرمائی اور دعا کروائی۔ جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت اور چند روز قیام کے بعد عزیزہ عطیہ البشریٰ ۱۱ اگست کو امریکہ روانہ ہو گئیں اور بخیریت فلاڈلفیا پہنچ گئی ہیں۔

احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست ہے کہ از راہ کرم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بہت مبارک فرمائے رحمتوں اور برکتوں کا موجب اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے (.....)

مالی قربانی کے ساتھ بے شمار برکات وابستہ ہیں

اقتباس از خطبہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع)

جب بھی آپ خدا کی راہ میں کچھ پیش کرنے کی توفیق پاتے ہیں تو وہ توفیق آپ کی توفیق بڑھاتی ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک اور خدا کا فضل ہے جو ہمیشہ چندہ دینے والوں پر نازل ہوتا کہ ان کی مالی حیثیت بھی پہلے سے بہتر ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ان کے قرضوں کے بوجھ کم ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کو روزمرہ کی چٹیاں پڑتی رہتی ہیں اس میں کمی آجاتی ہے کئی قسم کی مصیبتوں سے وہ بچائے جاتے ہیں۔ پس میرے علم میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چندہ دینے والا چندہ دینے کی وجہ سے نقصان میں رہا ہو۔ یعنی جزاء کا وہ مفہوم جو خدا کی رضا سے تعلق رکھتا ہے یا آخرت سے تعلق رکھتا ہے اُس کے علاوہ بات کر رہا ہوں۔ وہ تو اپنی جگہ ہے۔ انسان جب خدا کی راہ میں کچھ پیش کرتا ہے تو رضا کی خاطر پیش کرتا ہے اور وہی چندہ ہے جو مقبول ہوتا ہے۔ اور اسی کے نتیجے میں دُنیا بھی سنورتی ہے۔ پس جہاں تک نیتوں کا تعلق ہے۔ نیت یہ ہونی چاہیئے کہ محض للہ خدا کی خاطر ہم یہ کر رہے ہیں اور جب آپ اس نیت کے ساتھ دیتے ہیں تو اللہ کی رضا صرف آخرت کی جزاء نہیں دیتی بلکہ دنیا میں بھی آپ کو جزاء دیتی ہے اور چندہ دینے والا جانتا ہے۔ یقینی طور پر اس کو علم ہو جاتا ہے کہ بہت سی برکتیں اس کو نصیب ہوتی ہیں جو پہلے حاصل نہیں تھیں۔ اس لئے دُنیا میں لکھوکھا احمدی ذاتی طور پر اس بات کے گواہ ہیں بچے بھی گواہ ہیں۔ مرد بھی۔ عورتیں بھی۔ سب دُنیا میں جماعت کے ساتھ خدا تعالیٰ یہی سلوک کرتا ہے کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی راہ میں کچھ پیش کرنے والے کی قربانی کی توفیق بھی بڑھتی ہے اور مالی وسعت بھی اس کو عطا ہوتی ہے۔

(از خطبہ فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۔ تبوک ۱۳۷۱ ہش ۲۔ ستمبر ۱۹۹۲ء

درجہ بدرجہ ـــ دُعا کی اہمیّت

دُعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے جو کچھ چاہا ہے یا مانگا ہے وہ ہو جائے۔ یعنی جو موجودہ حالات ہیں ان میں تبدیلی پیدا ہو۔ اسی تبدیلی کیلئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کوئی بیمار ہے تو بیماری کے حالات بدلیں اور شفا ہونے لگے۔ کسی کا کوئی کام رُکا ہوُا ہے تو وہ کام ہو جائے۔ کوئی مشکل آن پڑی ہے تو وہ حل ہو جائے۔ الغرض دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو حالات اب ہیں وہ بدل جائیں۔

جس طرح حالات بنتے بنتے وقت لگتا ہے۔ اسی طرح حالات بدلتے بدلتے بھی وقت لگتا ہے۔ اگرچہ خدا چاہے اور تقدیر خاص جاری کر دے تو حالات ایک لمحہ میں بدل جائیں۔ غیر معمولی حالات پیدا ہو جائیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ عام طور پر تقدیر عام ہی کام کرتی رہتی ہے۔ اور تقدیر عام میں حالات آہستہ آہستہ بدلتے ہیں۔ جس طرح بیج سے پودا پیدا ہوتا ہے وقت لگتا ہے۔ اور اتنا ہی وقت لگتا ہے جتنا کہ بیج سے پودا پیدا ہونے کیلئے مقرر ہے۔ بیج ڈالیں اور دعا کریں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دعا کرتے ہی پودا اُگ آئے گا۔ اپنا وقت لے کر ہی پودا اُگے گا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پھر دعا کیوں۔ اس لئے کہ بیج کے بونے اور پودے کے اُگنے کے درمیان جو مراحل ہیں ان میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ چڑیاں بیج اُڑا لے جائیں۔ زیادہ پانی سے بیج گل سڑ جائے، پودا اُگتے ہی کسی کے پاؤں تلے آکر دب جائے اور مر جائے۔ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ اور ان سب باتوں سے بچنے ہی کیلئے دعا کی جاتی ہے۔

اور پھر دعا کی بھی معاملات کے ساتھ ساتھ اہمیت بدلتی رہتی ہے۔ آپ نے سفر کرنا ہے اور آپ دعا کر رہے ہیں۔ کسی نے امتحان دیا ہے وہ دعا کرتا ہے۔ کسی کا مقدمہ ہے وہ بھی دعا کر رہا ہے۔ کسی کو بہت بڑی سزا ہونے کا امکان ہے وہ بھی دعا کر رہا ہے۔ ان ساری دعاؤں میں فرق ہوگا۔ جتنی جتنی بات اہم ہوگی اتنی اتنی ہی دعا میں رقت ہوگی اور دل پگھلے گا۔ حتیٰ کہ بعض باتوں کے لئے دعا کرنے کو جی بھی نہیں چاہے گا۔ اور بعض باتوں کیلئے دعا کرتے کرتے انسان گویا اپنے آپ کو ہلکان کر لے گا۔

ان تمام باتوں کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے دعا کرنا ہی دعا کے مقصد کو پورا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں دعا کی توفیق دے اور ہماری ضرورتوں کے مطابق قبول بھی فرمائے۔

مِرے ارادوں نے مات کھائی ہے ایک بے نام آرزو سے
سکُوتِ لب ہو گیا ہے محکم کسی کی بے ربط گفتگو سے
زمیں کے ذرّے فلک کے تارے چمن کے پھولوں کے ہمنوا ہیں
کسی کی نگہِ کرم کو ڈھونڈو گذارنی ہے جو آبرو سے

ابو الاقبال

یوُں ملے ہیں تو سرِ رہ بھی نظارے ہونگے
وہ ہمارے تھے، ہمارے ہیں، ہمارے ہونگے

بُرق کے دوشِ شبِ ہجر وہ آ پہنچے ہیں
دیکھنا چُپکے سے اب اور اشارے ہونگے

چند ساعت ہی سہی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی
رُو برُو بھی کسی دن راج دُلارے ہونگے

رات کے پچھلے پہر چاند سے باتیں ہونگی
ایک وہ - ایک مَیں۔ اور ستارے ہونگے

کیسا دن ہوگا کہ وہ آن ملیں گے ہم سے
اَب بھی ہیں خیر۔ مگر پھر وہ ہمارے ہونگے

جی نہیں ٹکتا ذرا۔ اب تو وہ بس آ ہی جائیں
ہم سے دنیا میں نہیں ہجر کے مارے ہونگے

یوُں بھی پیار آتا ہے ہر بات پہ ان کی طاہر
پاس ہونگے تو ہمیں اور بھی پیارے ہونگے

طاہر عارف

اپنے بچّوں کے ایمان کی حفاظت کریں

حضور نے فرمایا:

"بہت ضروری ہے کہ نظام کا احترام سکھایا جائے۔ پھر اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ جس سے نظام جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ پیدا ہوتا ہو۔ وہ شکوہ اگر سچّا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپ کے بچے ہمیشہ کے لئے اس سے زخمی ہو جائیں گے آپ تو شکوہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کے بچّے زیادہ گہرا زخم محسوس کریں گے۔ یہ ایسا زخم ہوُا کرتا ہے کہ جس کو لگتا ہے اس کو کم لگتا ہے جو قریب کا دیکھنے والا ہے اس کو زیادہ لگتا ہے۔ اس لئے اکثر وہ لوگ جو نظامِ جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں ان کی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے اور بعض ہمیشہ کے لئے ضائع ہو جاتی ہیں۔ واقفین بچوں کو نہ صرف اس لحاظ سے سمجھانا چاہیئے بلکہ یہ بھی سمجھانا چاہیئے کہ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکایت ہے خواہ تمہاری توقعات اس کے متعلق کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنے نفس کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

(از خطبہ فرمودہ ۱۰۔ فروری ۱۹۸۹ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی)

تقدیر کی بات

حضرت امام جماعت الثانی تقدیر پر ایمان لانے کے فائدے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ تقدیر پر ایمان لانے کا بہت اعلیٰ ہے اور وہ توکل ہے۔ توکل کے معنے اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے ہیں اور توکل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک توکل ایسا ہے کہ اس کے لئے تقدیر خاص کے اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی انسان اسباب سے کام بھی لیتا ہے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے کہ وہ اس کی محنت کو رائگاں نہ کرے گا۔ اور غیر معمولی حوادث سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اس قسم کے توکل میں گو انسان یہ امید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر معمولی حوادث سے بچانے کے لئے خود اپنے فعل سے بندہ کا کام کر دے گا۔ کہ اس کے اعمال کے نیک نتائج پیدا کرے گا۔ مگر اسباب کو ترک نہیں کرتا۔

دوسری قسم توکل کی یہ ہے کہ انسان اسباب کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ مگر یہ توکل اعمالِ (احکام دین) کے متعلق نہیں ہوتا مثلاً یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان (اعمال احکام دین) خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے کہ وہ کہے گا تو نماز پڑھ لوں گا۔ یا روزہ رکھوں گا۔ بلکہ اس قسم کا توکل صرف اعمال جسمانی میں ہوتا ہے۔ جو لوگ (دینی) احکام کے متعلق ایسا کہتے ہیں۔ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ لوگ اباحتی ہوتے ہیں اور انہوں نے (دین) کے احکام سے بچنے کے لئے کئی قسم کے ڈھکوسلے بنائے ہوئے ہوتے ہیں..... مثلاً یہ کہتے ہیں کہ (دین) کے احکام پر عمل کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ پار اترنے کے لئے کشتی پر سوار ہونا۔ پس یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ انسان ہمیشہ کشتی میں ہی بیٹھا رہے اور جب منزل مقصود آگئی۔ خدا مل گیا تو پھر کشتی میں ہی کیوں بیٹھا رہے۔ لیکن یہ مثال ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وصال کا ایک مقام نہیں کہ وہاں پہنچ کر اتر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پایاں ہے۔ اور اس کے وصال کے بے انتہا مدارج ہیں۔ پس اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے دریا کے ساتھ ساتھ ہزاروں لاکھوں شہر بستے ہیں اور کوئی شخص ان سب کی سیر کو چلے۔ یہ شخص بیوقوف ہوگا۔ اگر پہلے شہر میں پہنچ کر کشتی سے اتر جاوے کیونکہ پھر اس کے لئے آگے جانا ناممکن ہو جائے گا۔

غرض توکل کا مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی تقدیر خاص بندے کے متعلق جاری کرے۔ لیکن یہ توکل اعمال (احکام دین) کے متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اعمال دنیا کے متعلق ہوتا ہے جو شخص یہ کہے کہ میں نے اپنی (عبادت) خدا کے سپرد کر دی ہے۔ اب مجھے (ایسا کرنے کی) ضرورت نہیں وہ (فرماں بردار) نہیں رہ سکتا۔ ... کیونکہ اس کے متعلق تو خدا تعالیٰ ایک دفعہ حکم دے چکا ہے جو کوئی شخص (عبادت) خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے وہ درحقیقت (عبادات) کا چور ہے ... توکل صرف ایسے ہی کاموں کے متعلق ہوتا ہے جو مباح ہوں۔ اور جن کے متعلق کوئی خاص حکم نازل نہ ہو چکا ہو۔ اور جن کے متعلق کوئی خاص حکم نازل نہ ہو چکا ہو۔ اور وہ امور دنیوی اور جسمانی ہی ہوتے ہیں۔ ان کاموں کو جب کوئی بندہ خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو گویا وہ عرض کرتا ہے کہ الٰہی تو میرے یہ کام کر دے تاکہ میں دین کے کام کر سکوں۔ تیری عبادت کر سکوں۔ تیری راہ میں (کوشش) کر سکوں۔ اس لئے یہ توکل دراصل خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہوتا ہے مگر یہ مقام کبھی حاصل نہ ہو سکتا۔ اگر تقدیر نہ ہوتی کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ کرنا ہی نہ ہوتا تو اس کے سپرد اپنے کام کر دینے کا ہی کیا مطلب؟ اور کسی شخص کو اگر تقدیر پر ایمان نہ ہو تو اسے بھی یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ اس امر کو مانتا ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ بھی بندہ کے کاموں میں دخل دے سکتا ہے۔ تو وہ اپنے کام اس کے سپرد کرے گا ہی کیوں؟ پس تقدیر پر ایمان لانا توکل کا درجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کی خدمت میں ایسا لطف پاتا ہے کہ اپنی دنیاوی محنتیں کم کر دیتا ہے اور اپنے دنیاوی کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ ان کو پورا کر دے گا۔ اور اس کو دین کی خدمت کے لئے فارغ کر دیگا۔

توکل کے اس درجہ کے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں انسان اسباب معیشت کے حصول کے لئے محنت کرنا بالکل ہی چھوڑ دیتا ہے اور اپنا سارا وقت ہی اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیتا ہے اور دنیا سے کلی انقطاع کر لیتا ہے اور اس سے بھی اوپر ایک اور درجہ ہے کہ انسان اس درجہ میں بعض اوقات حوائج ضروریہ کا پورا کرنا ترک کر دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مثلاً بھوکا مر جاتا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ حضرت عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں کہ مجھ پر بعض وقت حالت ایسی آتی ہے کہ اس حالت میں میں نہیں کھاتا۔ جب تک خدا تعالیٰ نہ کہے تجھے میری ہی ذات کی قسم تو کھا۔ تب میں کھاتا ہوں اور نہیں پیتا جب تک خدا تعالیٰ نہ کہے کہ تجھے میری ہی ذات کی قسم تو پی۔ تب میں پیتا ہوں۔ میں کپڑے نہیں پہنتا جب تک خدا تعالیٰ نہ فرمائے کہ تجھے میری ذات کی قسم تو کپڑے پہن لے۔ تب میں کپڑے پہنتا ہوں۔ ان کی عادت تھی کہ ایک ہزار دینار کا کپڑا پہنتے جس پر لوگ اعتراض کرتے۔ تو کہتے۔ نادان نہیں جانتے۔ خدا تعالیٰ مجھے ایسا ہی کپڑا پہننے کے لئے کہتا ہے تو میں کیا کروں؟

ایسے لوگوں کا خدا تعالیٰ متکفل ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ کا نام مقام فنا ہے۔ آجکل کے نادان بزرگوں سے سن کر یہ تو جانتے ہیں کہ یہ بھی کوئی مقام ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ اس مقام کے لوگوں کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی شراب پی کر بالکل ہی بے خبر ہو جائے۔ اسی طرح اس مقام پر پہنچے ہوئے لوگ خدا تعالیٰ کی محبت سے مخمور ہو کر دنیا سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں اور جب ان کی یہ حالت ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ ان کا ہر ایک کام کرتا ہے نادان لوگ کہتے ہیں کہ اس نشہ کی حالت میں (اللہ کے دوست) جو چاہیں کہہ دیتے ہیں اور خلاف (دین) باتیں بھی ان کے منہ سے نکل جاتی ہیں۔ اور بعض ایسی خود ساختہ مسئلہ کی آڑ میں کہہ دیتے ہیں (ـــ) بھی اس مقام پر پہنچ کر دھوکے میں پڑ گئے۔ اور بعض خلاف (دین) دعوے کرنے لگے۔ اس لئے ان کے وہ دعوے قابلِ قبول نہیں مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کی پلائی ہوئی شراب گو دنیا و مافیہا سے غافل کر دیتی ہے مگر عقل نہیں مارتی۔ اور نہ دین سے غافل کر دیتی ہے۔ اس شراب کے پینے سے تو دین کی آنکھ اور بھی تیز ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ شراب ہوتی ہے کہ اس کے پینے سے تقویٰ اور طہارت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مگر یہ لوگ خدا تعالیٰ کی محبت کی شراب کا قیاس اس شراب پر کرتے ہیں جو گندم یا گڑ کو سڑا کر بنائی جاتی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی پلائی ہوئی شراب سے مراد وہ محبت کا جام ہے جو وہ اپنے بزرگوں کو پلاتا ہے۔ اور جو ایک طرف اگر بندہ کے دل سے دنیا کا خیال محو کر دیتا ہے۔ تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے جلال کا نقش اس کے دل پر اور بھی گہرا کر دیتا ہے۔

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

افکارِ عالیہ

"میں صرف یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر انسان (حاضر و غائب سے آگاہ خدا تعالیٰ) کی اس صفت سے واقف ہو جائے تو کسی تکبر، کسی خود اعتمادی کا کوئی سوال نہیں رہتا کامل عجز اور کامل انکسار کے ساتھ انسان خدا کے حضور جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اگر انسان کامل توکل اور کامل انکسار کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور جھکنا سیکھ جائے تو بہت سی اندرونی کمزوریاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہو جاتی ہیں اور وہ روحانی شفا پانے کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس لئے اپنے اندر وہ انکساری پیدا کریں جس انکساری کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی وصل ہوتا ہے"

بعض مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرنی چاہتا ہوں جو میرے دل کا راز تھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کے بیان سے بہت سے دوستوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جب حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث ..... کا انتخاب ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو دوست وہاں موجود تھے بلا تردد انہوں نے بیعت کی اور زبان سے ایک اقرار کیا اور یہ عہد باندھا کہ ہم اللہ نے چاہا تو ہمیشہ اس اقرار کے حقوق کی حفاظت کریں گے اور اس کے تقاضوں کو نباہتے رہیں گے۔ میں بھی ان میں شامل تھا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے۔ لیکن گھر آ کر جب میں نے غور کیا تو میں نے اپنے دل میں بہت سی پرانی میلیں دیکھیں، کئی غلط فہمیاں پائیں، کئی لحاظ سے میں نے دیکھا کہ یہ دل ہدیۃً حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لائق نہیں ہے۔ پھر میں نے آنسوؤں سے اس کو دھویا خدا تعالیٰ کے حضور انکساری سے گرا۔ اس سے مدد طلب کی کہ میں نہیں جانتا کہ یہ دل تحفۃً پیش کرنے کے لائق ہے کہ نہیں تو توفیق عطا فرما کہ ایسا ہو جائے اور پھر حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ میں نے عرض کیا کہ آج کے بعد میرا دل اور میری جان آپ کے قدموں پہ حاضر ہے اور میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے گا آپ سے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ ایک دعا میرے لئے کریں کہ حضرت (امام جماعت احمدیہ الثانی) کے سب بیٹوں میں سب سے زیادہ مجھے عاجزی اور انکساری سے آپ کی خدمت کی توفیق ملے اور ایسی محبت عطا ہو کہ اور کسی کو نہ ہو۔ بعد میں میں نے سوچا کہ بہت بڑی بات کی ہے اور طبیعت میں شرمندگی بھی پیدا ہوئی

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

اس تصویر کی میرے لئے خاص اہمیت یہ ہے کہ یہ اس قافلے کے چند افراد کی تصویر ہے جو ۱۹۶۴ء میں پاکستان سے ہندوستان قادیان کے سالانہ جلسہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ تصویر سفر کی یادیں بھی تازہ کرتی ہے۔ جو افراد اس میں شامل ہیں اور میرے واقف اور دوست بلکہ بزرگ بھی ہیں۔ اور ان میں سے کئی ایک اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان کی یادیں جو ہمیشہ تازہ رہتی ہیں اور ان کو تازہ بہ تازہ رکھنے کے لئے یہ تصویر کام دیتی ہے۔ بعض دوستوں اور بزرگوں پر نظر پڑتے ہی ان کی بعض خصوصیات فلم کی طرح نظروں کے سامنے آنے لگتی ہیں۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جماعت میں ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں میں نے اوائل زندگی میں دیکھا اس کے بعد ان سے رابطہ پیدا ہوا۔ اور یہ رابطہ ایک بزرگ کی دوستی جیسے رابطے کی حیثیت اختیار کر گیا۔ وہ میرے بزرگ بھی تھے۔ اور میرے دوست بھی۔ قلمکاری میں ہم آہنگی کی وجہ سے ان کے ساتھ روابط اور بھی گہرے ہو گئے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں دہلی میں تھا اور کہا جا سکتا ہے کہ طباعت و اشاعت کے سلسلے میں خاصا ناتجربہ کار۔ میں نے ایک طویل نظم حضرت مولانا کو بھیجی جس کا نصف انہوں نے اپنے ماہوار رسالے میں شائع کیا اور جب وہ رسالہ مجھے ملا تو میرے دل میں ایک انقباض پیدا ہوا کہ یہ آپ نے کیا کیا۔ لیکن اس کے اگلے ہی شمارہ میں نظم کا بقیہ حصہ بھی شائع کر دیا۔ تو دل کو نہ صرف اطمینان ہوا بلکہ محترم مولانا صاحب کے لئے دل سے دعا نکلی اور دل میں جو انقباض تھا دور ہو گیا۔

میں ان کے متعلق کہہ تو بہت کچھ سکتا ہوں لیکن وہ ایک ایسی معروف شخصیت تھے اور اتنے زیادہ مقبول عالم دین تھے کہ شائد میں اس کا عشر عشیر بھی نہ کہہ سکوں جو ان سے زیادہ قریب رہنے والے کہہ سکتے ہیں نہ ہی ان کی علمی ماہیت کا اندازہ لگانے کے قابل ہوں۔ اس تصویر میں حضرت مولانا عبد المالک خان صاحب بھی ہیں جنہیں بچپن میں قادیان میں فٹبال کھیلتے دیکھا تھا۔ اور چونکہ اس وقت کھیلنے والوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتے تھے اس لئے واقفیت نہ ہونے کے باوجود نظر ان پر جا ٹکتی تھی۔ ایک دو دفعہ ایسا بھی ہوا کہ یہ نہ جانتے ہوئے کہ آپ تو احمدیہ سکول یا جامعہ احمدیہ کے طالب علم ہیں میں ان کے گھر حساب کے سوالات سمجھنے چلا گیا۔ حساب یوں تو میرے لئے کچھ بہت مشکل مضمون نہیں تھا لیکن ان دنوں ہمارے حساب کے استاد خاصے سخت گیر تھے۔ جنہوں نے میٹرک کے بعد ایسے پیار کا اظہار کیا جیسا وہ اپنے بچوں سے کرتے تھے۔ اور پھر معلوم ہوا کہ اگر استاد کی سخت گیری کو برداشت کر لیا جائے تو وہ خاصی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہ لی جائے کہ استاد سخت گیر ہی ہو تو مفید ہوتا ہے۔ میں نے صرف ایک پہلو کا ذکر کیا ہے۔ پیار و محبت سے پڑھانے والے اور بچوں سے اپنے بچوں کی طرح محبت کرنے والے استاد بھی خاصے یاد رکھے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی اس لحاظ سے زندگی کے بنانے اور سنوارنے میں خاصے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ بہرحال اس وقت میں ہائی سکول میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ مولانا سے صرف ہلکا سا تعارف تھا۔ اس کے بعد حقیقی معنوں میں ان سے تعارف اس وقت ہوا جب خاکسار دوسری دفعہ ۱۹۵۰ء میں بعض دیگر مربیوں کے ساتھ مغربی افریقہ جا رہا تھا۔ مولانا محترم کراچی میں متعین تھے۔ اور ہمیں بھی کراچی میں کچھ دیر قیام کرنا پڑا۔ اس دوران آپ سے اکثر علمی باتوں پر گفتگو ہوتی تھی۔ اور یوں لگتا تھا کہ ان گفتگوؤں کے نتیجہ میں ہم دونوں ذہنی طور پر ایک دوسرے سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سال کے جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر محترم مولانا صاحب کو کمیونزم کے مختلف پہلوؤں پر تقریر کرنے کا فریضہ مفوض ہوا تھا۔ چنانچہ زیادہ تر کمیونزم پر ہی گفتگو ہوتی تھی۔ اس کے منفی اور مثبت پہلو سامنے لائے جاتے تھے۔ اور تاریخی طور پر یہ بات زیر بحث آتی تھی کہ ۱۹۱۷ء کا کمیونزم اور ۱۹۵۰ء کا کمیونزم آپس میں کس قدر اختلاف اور تضاد رکھتا ہے۔ اور اگر یہ اختلاف اور تضاد کی خلیج خاصی وسیع ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ کمیونزم جو ۱۹۱۷ء میں عالمی برادری کے سامنے پیش کیا گیا تھا وہ اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ اور اس کی بدلتی ہوئی شکلیں سامنے آنے لگی ہیں۔ مولانا موصوف کو اس تصویر میں دیکھ کر آپ کی طبیعت کا ایک اور پہلو پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس وقت اس تصویر کے لئے گروپ بنایا جا رہا تھا تو میرے اصرار کے باوجود کہ آپ اگلی سیٹ پر دیگر افراد کے ساتھ کرسی پر تشریف رکھیں۔ انہیں یہ اصرار رہا کہ وہاں میں بیٹھوں اور وہ پیچھے کھڑے ہو جائیں گے۔ مجھے اس وقت بھی انہیں پچھلی صف میں کھڑے دیکھ کر شرم محسوس ہوتی تھی۔ اور اب بھی جب میں دیکھتا ہوں کہ مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ دائیں طرف ان کی بجائے میں بیٹھا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ میں اس تصویر کو دیکھتے ہوئے نظریں جھکا لیتا ہوں یہ ان کے انکسار اور عجز کا ایک نمونہ تھا۔ اور اگر مجھے اس سے آگے بڑھنے کی اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ ۱۹۵۰ء میں جو ان سے دلی لگاؤ پیدا ہوا تھا اور انہیں جو مجھ سے محبت ہو گئی تھی۔ اور علمی گفتگو کے نتیجہ میں ان کے دل میں میری عزت کا مقام بن گیا تھا۔ اس کے متعلق میں اب بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ محض ان کے خلوص کا نتیجہ تھا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بہرحال اسی کی وجہ سے آپ نے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ پیچھے کھڑے ہوں گے اور میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور دیگر کرسی پر بیٹھنے والے دوستوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھوں۔

اس تصویر میں غانا کے دو دوست شامل ہیں۔ بعض بیرونی ممالک کے مربی مثلاً محترم قریشی کمال یوسف صاحب۔ اور محترم مسعود احمد صاحب جہلمی اور کچھ مقامی مربی مثلاً مولانا عزیز الرحمان صاحب منگلا۔ اور ایک دو اور جن کے نام اس وقت ذہن میں نہیں آ رہے۔ اور ایک جاپانی دوست ہیں۔ یہ جاپانی دوست ربوہ میں آ کر جماعت میں بھی شامل ہوئے اور اردو کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ جامعہ احمدیہ میں خاکسار کے والد محترم نے انہیں اردو پڑھائی۔ جس کی وجہ سے یہ مجھ سے بھی خاصا پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ ایک عرصے تک اردو پڑھنے کے بعد آپ انڈونیشیا کے جزائر کی طرف تشریف لے گئے اور اگرچہ اب تو نہیں کہہ سکتے کہ کہاں ہیں۔ لیکن جتنا عرصہ یہاں گذارا انہوں نے بہت اخلاص کا اظہار کیا۔ زندگی ان کی نہایت سادہ تھی ایک لیے ڈھب سی چھڑی اور ایک کتاب ہر وقت ہاتھ میں لئے پھرتے تھے۔ اردو سے چونکہ انہیں خاصا شغف ہو گیا تھا۔ اس لئے جلد ہی ایک حد تک اردو بولنے کے قابل ہو گئے۔

تصویر میں جیسا کہ میں نے کہا ہے جلسے پر جانے والے دوستوں میں سے چند دوست شامل ہیں۔ ان میں سے بعض اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب۔ حضرت مولانا عبد المالک صاحب۔ محترم عزیز الرحمان صاحب منگلا۔ اور کچھ اور دوست۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو ابھی تک حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور ان کے دین کے ساتھ لگاؤ اور دین کی خدمت کے جذبہ کو بڑھاتا چلا جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

آپ کا خط ملا

شیخ محمد نعیم شاہد کہتے ہیں:۔

"آج کے الفضل میں مکرم مبارک مصلح الدین صاحب کی چھوٹی سی بات پڑھی جو در اصل بہت بڑی بات ہے۔ ۱۷؍ جولائی جمعہ سے قبل اپنی بیٹی قرۃ العین کو پانی کے پائپ میں کرنٹ آنے سے بجلی سے بچاتے ہوئے خود کو بھی جھٹکا لگا اور ہم باپ بیٹی ہسپتال بھی رہے۔ اس لئے بجلی نے کافی محتاط کر دیا ہے مکرم چودھری صاحب موصوف نے بڑے عمدہ انداز میں توجہ دلائی ہے اور میں بھی اپنے تجربہ سے ان کی چھوٹی سی بات کی تائید کرتا ہوں کہ بجلی جتنی کارآمد اور آجکل کے دور میں ضروری چیز ہے اتنا ہی احتیاط کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ کئی بار آپ کے لئے لکھنے کا ارادہ کیا مگر فرصت نہ ملی۔ اب الفضل کے ایک مضمون نے آپ کو خط لکھوا کے چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کے تمام ساتھیوں کی خدمت میں آپ کے توسط سے تحفہ سلام۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع فرماتے ہیں:۔

"دوستوں کو چاہیئے کہ انکسار کا دامن پکڑ لیں اور کسی معاملہ میں تکبر نہ کریں"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالباسط شاہد

جنگ عظیم ــ ایٹم بم

خدا تعالیٰ کی تمام در تمام حکمتوں اور مصالح کی وجہ سے دنیا کی دونوں بڑی جنگیں اس زمانہ میں ہوئیں جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت الثانی جماعت کی قیادت فرما رہے تھے جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ ۔ ۱۹۱۸) میں کم و بیش ایک کروڑ افراد ہلاک ہوئے اور دو کروڑ سے زیادہ اپاہج ہو کر ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو گئے ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو جرمنی نے جنگ ختم کرنے کا اعلان کیا۔ ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو وارسائی کے مقام پر صلح کا معاہدہ ہوا۔ مگر یہ صلح کا معاہدہ ایسی شرائط پر طے پایا تھا جو مفتوحین کے ساتھ سراسر بے انصافی پر مبنی تھیں اور جس کے ذریعہ ایک طرح سے جنگِ عظیم ثانی کا بیج بو دیا گیا تھا۔ ایک طرف جرمنی اور اس کے حلیف (محوری) اور دوسری طرف برطانیہ ۔ امریکہ ۔ فرانس اور ان کے ساتھی (اتحادی) تھے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک لڑی جانے والی اس مہیب اور تباہ کن جنگ میں ۶۱ ملکوں نے حصہ لیا۔ جن کی مجموعی آبادی دنیا کی کل آبادی کا قریباً ۸۰ فیصدی بنتی ہے۔ دونوں طرف سے لڑنے والی فوجوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ تھی۔ محتاط اندازے کے مطابق اس جنگ نے ۵ کروڑ انسانی جانوں کو تلف کیا۔ زخمی ناکارہ ہو جانے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ اس جنگ کا انجام جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جانے سے ہوا ان بموں کی تباہی کا پوری طرح اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ علاقوں کے علاقے زندگی سے خالی ہو گئے اور ایسے لوگ جو کسی دور دراز جگہ پر ہونے یا کسی اور اتفاق سے بچ گئے۔ ان پر اس حملہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ مُردوں سے بھی بدتر تھے اور صرف یہی نہیں کہ ان کی زندگی ایک مسلسل عذاب بن گئی بلکہ ان کی نسل میں بھی بد اثرات اور خرابیاں دیکھی جا سکتی تھیں۔ اگر آپ کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے اس زمانہ کے خطبات پڑھنے کا اتفاق ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ان خطبات میں انسانی ہمدردی و غمخواری دعاؤں اور نصائح مشوروں اور رہنمائی کا ایک حسین امتزاج ہے۔

جنگ کے خاتمہ پر جبکہ ابھی مبارک سلامت کا شور و ہنگامہ ہی چل رہا تھا حضور نے ایٹمی تباہی کے متعلق اپنے دلی درد اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ ایک ایسی تباہی ہے جو جنگی نقطہ نگاہ سے خواہ تسلی کے قابل سمجھی جائے لیکن جہاں تک انسانیت کا سوال ہے اس قسم کی بمباری کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیشہ سے جنگیں ہوتی ہی آئی ہیں اور ہمیشہ سے عداوتیں بھی رہی ہیں۔ لیکن باوجود ان عداوتوں کے اور باوجود ان جنگوں کے ایک حد بندی بھی مقرر تھی جس سے تجاوز نہیں کیا جاتا تھا لیکن اب کوئی حد بندی نہیں رہی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ شہر جس پر اس قسم کی بمباری کی گئی ہے۔ وہاں عورتیں اور بچے نہیں رہتے تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ لڑائی کی ذمہ واری میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ اگر جوان عورتوں کو شامل بھی سمجھا جائے تو کم از کم بلوغت سے پہلے کے لڑکے اور لڑکیاں لڑائی کے کبھی بھی ذمہ دار نہیں سمجھے جا سکتے۔ پس ...

ہمارا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ ہم دنیا کے سامنے اعلان کر دیں کہ ہم اس قسم کی خونریزی کو جائز نہیں سمجھتے۔ خواہ حکومتوں کو ہمارا یہ اعلان بُرا لگے یا اچھا"

اسی سلسلہ میں حضور نے مزید فرمایا:۔

میرا مذہبی فرض ہے کہ میں اس کے متعلق اعلان کر دوں۔ گو حکومت اسے برا سمجھے گی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ امن کے رستہ میں یہ خطرناک ہے ..... ہمیں دشمن کے خلاف ایسے مہلک حربے استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ جو اس قسم کی تباہی لانے والے ہوں۔ ہمیں صرف وہی حربے استعمال کرنے چاہئیں جو جنگ کے لئے ضروری ہوں۔ لیکن ایسے حربوں کو ترقی دینا اور ایسے حربوں کو استعمال کرنا جن سے عورتوں بچوں اور ان لوگوں کو جن کا جنگ کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں تکلیف پہنچے۔ ہمارے لئے جائز نہیں اور ہمارا فرض ہے کہ خواہ ہماری آواز میں اثر ہو یا نہ ہو حکومت سے کہہ دیں کہ ہم آپ کی خیر خواہی کے جذبے کی وجہ سے مجبور ہیں کہ اس امر کا اظہار کریں کہ ہم آپ کے اس فعل سے متفق نہیں اور مجبور ہیں کہ آپ کو ایسا مشورہ دیں جس کے نتیجہ میں آئندہ جنگیں اور فتنے بند ہو جائیں۔

(الفضل ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء)

ایٹم بم کی خوفناک اور بے مثال تباہی کے باوجود دنیا کی بڑی قومیں اس کی تیاری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور اس کی تباہی کے دائرہ وسعت کو بڑھانے کی کوشش میں لگی رہیں۔ تاہم ایک لمبے عرصہ کے بعد یہ دیکھ کر کہ دنیا میں اتنے خطرناک ہتھیار تیار ہو چکے ہیں کہ اگر ان پر کنٹرول نہ کیا گیا تو بم بنانے والے بھی اس کی تباہی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے گویا ہمدردی اور انسانیت کے ناطے سے نہیں بلکہ خوف و تباہی کے ڈر سے اردو محاورہ کے مطابق مچھلی پتھر چوم کر واپس آئی ہے تاہم بنی نوع انسان کے ایک ہمدرد۔ بہی خواہ نے تو بہت پہلے ہی انتباہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"اگر اس جنگ کے بعد اتحادیوں نے اپنی غلطی سے لڑائی کے حقیقی اسباب کو دور کرنے کی کوشش نہ کی اور مفتوح قوموں پر ناجائز دباؤ سے کام لیا تو ..... جنگ کی ہولناکیوں سے دوچار ہونا پڑے گا ..... اگر اس جنگ کے بعد تیسری جنگ ہوئی تو وہ اس دوسری جنگ سے بہت زیادہ خطرناک ہو گی۔"

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ــــــ نون ۔ سین

وسطی ایشیا سے تجارت

وسطی ایشیاء کی ریاستوں میں پاکستانیوں سے کہا گیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تجارتی مراکز کھولیں تاکہ پاکستان کی برآمدات میں اضافہ ہو سکے۔ ان ریاستوں کی ضروریات پورا کرنے کا بھی یہ ایک سہل طریق ہے۔ یہ بات شفقت علی شیخ سفیر پاکستان برائے ازبکستان نے اس وقت کہی جب وہ لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے اراکین سے گذشتہ ہفتہ کے روز خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وسطی ایشیا میں اشیاء بھیجنے کے سلسلے میں بین المملکتی مقابلہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ روز بروز یہ بات پہلے سے زیادہ مشکل ہوتی جا رہی ہے کہ وہاں اپنا مقام پیدا کیا جائے۔ اسی لئے وہ پاکستان کے نجی حصے کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہیں گے۔ کہ وسطی ایشیاء کی ریاستوں کے متعلق باقاعدہ سکیم بنا کر برآمدات کا انتظام کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں اشیائے صرف کی از حد ضرورت ہے اور اس بات کے بھی مواقع موجود ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر تجارت کے میدان میں کام کیا جائے۔ خاص طور پر انرجی مواصلات انجینئرنگ اور ٹیکسٹائل یہ ایسے میدان ہیں جن میں پاکستان کو خاص طور پر وسطی ایشیاء کی ریاستوں کے ساتھ رابطے پیدا کرنے چاہئیں۔ اور اپنی برآمدات کو بڑھاتے ہوئے اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ ان ریاستوں میں سرمایہ کاری کی جائے۔ لاہور چیمبر آف کامرس کے صدر صلاح الدین احمد صاحب نے سفیر موصوف کو بتایا کہ عنقریب تاجروں کا ایک نمائندہ وسطی ایشیاء کی ریاستوں کا دورہ کرے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ اس دورے کے نتیجے میں رابطے خاصے مضبوط بھی ہو جائیں گے اور وسیع سے وسیع تر بھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک ایسی کتاب تیار کرنے میں مصروف ہیں جو اسلامی دنیا کی اقتصادیات کو تمام تفاصیل کے ساتھ پیش کرے۔ اس میں خاص طور پر پاکستان ایران ترکی افغانستان ازبکستان، تاجکستان، آذربائی جان ترکمانستان اور کرغیز کے متعلق معلومات فراہم کی جائینگی۔

عراق / معائنہ ٹیم

گذشتہ دنوں اقوامِ متحدہ کی ۴۵ ویں ٹیم نے جس کے بائیس اراکین تھے عراق کی تمام ایسی جگہوں کا معائنہ کرنے کے بعد اخباری نمائندوں کو بتایا کہ عراق نے ان کی راہ میں کوئی روک پیدا نہیں کی۔ اور جہاں انہوں نے چاہا وہاں جا کر معائنہ کیا۔ اگرچہ انہوں نے معائنہ کی تفاصیل تو نہیں بتائیں لیکن یہ ضرور کہا کہ معائنے کے پروگرام میں کوئی شخص ذاتی طور پر یا حکومت سرکاری طور پر مزاحم نہیں ہوا۔ اس بائیس رکنی ٹیم کے سربراہ ایک روسی ہیں اور انہوں نے کہا کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا انہوں نے حکومت کی کسی وزارت میں بھی داخل ہونے کی کوشش کی تو جواب یہ دیا گیا کہ ہم نے اپنا دورہ مکمل کر لیا ہے۔ ہم تو جہاں چاہا ہم گئے۔ اگرچہ یہ تفصیل نہیں بتائی کہ وہ کہاں کہاں گئے لیکن اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ کہ انہیں کسی جگہ بھی جانے سے روکا نہیں گیا۔

تعلیمی سسٹم

کراچی میں اسلامائزیشن کمیشن کی دو روزہ میٹنگ گذشتہ ہفتے کے روز اختتام پذیر ہوئی۔ اس میٹنگ میں یہ تقاضا کیا گیا کہ اس کے اغراض و مقاصد کو دوبارہ واضح طور پر پیش کیا جائے کیونکہ انہوں نے کہا کہ تعلیم کی اسلامائزیشن ایک مبہم اصطلاح ہے۔ جو سوالنامہ ان کے سامنے پیش ہے اس میں پندرہ نکات درج تھے اور اس بحث میں حصہ لینے والوں میں پانا (PANA) علی شاہ حکیم محمد احسن اور انیتہ غلام علی نے کہا کہ موجودہ طریق تعلیم میں کوئی ایسی بات نہیں جسے خلاف اسلام کہا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں کمیشن کے اغراض و مقاصد کھل کر واضح ہو جانے چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اصلاحات پر جو اس سوالنامے میں تجویز کی گئی ہیں۔ ایسی ہیں جو موجودہ زمانے میں تمام دنیا میں رائج ہیں۔

اس دو روزہ میٹنگ کی صدارت کمیشن کے چیئرمین سجاد حیدر نے کی۔ اس کے کل آٹھ اراکین ہیں جن

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قمر احمد شمس ۔ واشنگٹن

اوزون تہہ کے کم ہونے کے زمین پر اثرات

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ NASA (امریکہ کی خلائی ایجنسی) کے ذریعے جو سیٹیلائٹ چھوڑے جاتے ہیں اُن کے ذریعے صرف جاسوسی یا دفاعی ضروریات کے ہی کام لئے جاتے ہیں لیکن یہ بات سو فیصد درست نہیں ہے۔ جس طرح کیمرہ سب سے پہلے دفاعی ضروریات کے تحت ایجاد کیا گیا تھا لیکن آجکل ہر آدمی اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح ناسا کے کئی تحقیقی مشن سے عام پبلک کو بھی بہت سے فائدے پہنچتے ہیں۔ مثال کے طور پر جیسا کہ میں نے گذشتہ مضمون میں عرض کیا تھا کہ یہ ناسا کی بھیجی ہوئی ایک خلائی شٹل ہی تھی جس کے ذریعے عمان میں موہنجوداڑو جیسا ایک شہر جو ۴۰۰۰ (چار ہزار) سال سے دفن تھا برآمد ہوا اور اسی سال جنوری ۱۹۹۲ء میں ناسا کے بھیجے ہوئے ایک سیٹیلائٹ کی بدولت ہی ایک ایسی بات کا علم ہوا ہے جس کی بدولت ترقی یافتہ ملکوں میں ایک مزید بے چینی کا اضافہ ہوا ہے۔ اس نئی بے چینی کی وجہ یہ ہے کہ اوزون (OZONE) کی تہہ اُس سے کہیں تیز رفتاری سے ختم ہو رہی ہے۔ جتنا پہلے اندازہ تھا۔ اس مضمون میں اوزون (OZONE) کیا ہے یہ کیوں کم ہو رہی ہے۔ اور اس کے کم ہونے کے ہماری زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ بیان کئے جائیں گے۔

اوزون کیا ہے اور یہ کہاں واقع ہے

آکسیجن مالیکیول صرف دو ایٹم سے مل کر بنتا ہے جبکہ اوزون مالیکیول تین آکسیجن ایٹم سے مل کر بنتا ہے۔ آکسیجن اور اوزون مالیکیول کی شکل کچھ اس طرح کی ہے۔

اوزون مالیکیول

آکسیجن مالیکیول

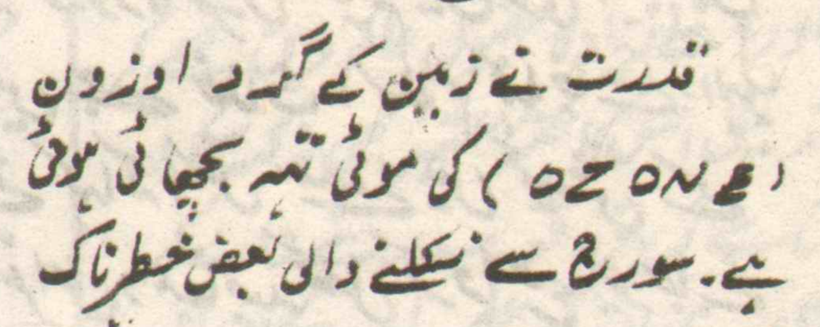

قدرت نے زمین کے گرد اوزون (OZONE) کی موٹی تہہ بچھائی ہوئی ہے۔ سورج سے نکلنے والی بعض خطرناک شعاعوں میں سب سے زیادہ جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں وہ U.V (الٹرا وائیلٹ) شعاعیں ہیں۔ زمین کے گرد اگر (OZONE) اوزون کی تہہ نہ ہو یا کم ہو جائے تو ان شعاعوں کے بغیر رکاوٹ کے زمین پر پہنچنے کی وجہ سے اکثر آبادی کینسر کا شکار ہو جائے۔ اس تمہید کے بعد یہ سمجھنا آسان ہے کہ قدرت نے اوزون (OZONE) کی تہہ ہم سب کے فائدہ کے لئے بچھائی ہے۔ اوزون (OZONE) کی تہہ زمین کے بالائی حصہ میں دس سے تیس میل کے درمیان ہوتی ہے (شکل نمبر ۱)

UV (ULTRA-VIOLET) (الٹراوائلٹ) شعاعوں کے اثرات

UV (الٹراوائلٹ) شعاعوں کی وجہ سے آنکھوں کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ یہ ان بیماریوں میں آنکھوں کے آگے جالا آنا یعنی موتیا وغیرہ کی بیماری شامل ہے۔ یہ شاعیں انسان پر جلد بڑھاپا لاتے کے علاوہ جلد کا کینسر بھی پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ شعاعیں انسان میں بیماریوں کے خلاف دفاع کے نظام کو بھی کمزور کرتی ہیں۔ UV (الٹراوائلٹ) شاعیں فصلوں پر بھی منفی اثرات پیدا کرتی ہیں۔ آسٹریلیا اور ارجنٹائن میں فصلوں کی کمی کی وجہ الٹراوائلٹ شعاعوں کی زیادتی کی طرف منسوب کی جارہی ہے۔ اسی طرح ان ملکوں میں کینسر کے مریضوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔

اوزون کی کمی کی وجہ

اوزون کی کمی کی وجہ فضا میں کلورو فلورو کاربن (CHLORO FLURO CARBON) یا مختصر طور پر جسے C.F.C. کہتے ہیں کی موجودگی ہے۔ کلورین ایٹم جو کلورو فلورو کاربن کا حصہ ہیں۔ اوزون کو تباہ کرتے ہیں۔ کلورو فلورو کاربن (C.F.C) زمین سے بالائی حصے میں جہاں اوزون ہوتی ہے اس لئے آسانی سے پہنچ جاتی ہے کہ یہ زمین پر یا اوزون تہہ کے نچلے حصے میں دوسری چیزوں کے ساتھ کیمیائی عمل پیدا نہیں کرتی۔ اوزون تہہ سے اوپر جب UV (الٹراوائلٹ) روشنی اس C.F.C. پر پڑتی ہے تو کیمیائی عمل کے ذریعے کلورین پیدا کرتی ہے۔ یہ کلورین کیمیائی عمل کے ذریعے اوزون مالیکیول کو آکسیجن مالیکیول میں تبدیل کر دیتی ہے۔

UV LIGHT + C.F.C. + O_3 →
(اوزون) (کلوروفلورو کاربن) الٹراوائلٹ روشنی

CLO + O_2 + F.C
(آکسیجن) (کلورین مانو آکسائڈ)

یہ کلورین مانو آکسائڈ پھر کیمیائی عمل کے ذریعے کلورین ایٹم میں تبدیل ہو جاتا ہے اس طرح صرف ایک کلورین ایٹم ایک لاکھ اوزون مالیکیولوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اوزون تہہ کو محفوظ کلورین کو اوزون تہہ کے قریب جانے سے روکنے کے باعث کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ کلورین کلورو فلورو کاربن کے حصے کے طور پر فضا میں جاتی ہے اس لئے کلورو فلورو کاربن کے استعمال کو زمین پر کم کرنا پڑے گا۔

کلورو فلورو کاربن (CFC) زمین پر کہاں استعمال ہوتی ہے:

دُنیا کے ایک بلین ریفریجریٹر، گاڑیوں کے ایئر کنڈیشنر کے علاوہ انڈسٹری اور روزمرہ کی کئی ضروریات میں استعمال ہونے والے کیمیکلز میں کلورو فلورو کاربن استعمال ہوتا ہے۔ (OZONE) اوزون تہہ کو بچانے کے لئے ترقی یافتہ ملکوں میں جو کوشش کی جا رہی ہے اُن میں سب سے پہلی یہ ہے کہ آئندہ ایسے ریفریجریٹر اور ایئر کنڈیشنر بنائے جائیں جن میں کلورو فلورو کاربن استعمال نہ ہو۔ دوسری کوشش یہ ہے کہ وہ ریفریجریٹر اور گاڑیوں کے ایئر کنڈیشنر جو اس وقت دنیا میں استعمال ہو رہے ہیں اور جن میں کلورو فلورو کاربن (CFC) استعمال ہوتی ہے۔ جب خراب ہوتے کے بعد انہیں پھینکا جائے تو ان میں سے کلورو فلورو کاربن والا حصہ نکال لیا جائے اور انہیں اس طرح ضائع کیا جائے کہ گیس فضا میں نہ جائے۔ اسی لئے امریکہ میں یہ قانون بنایا گیا ہے کہ جولائی ۱۹۹۲ء کے بعد خراب ہونے والا ریفریجریٹر پھینکا نہیں جا سکے گا۔ بلکہ پہلے (CFC) کلورو فلورو کاربن گیس محفوظ کرنی پڑے گی۔ اب ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ کلورو فلورو کاربن (CFC) جو پہلے ہی فضا میں جا چکی ہے۔ وہ کب تک اوزون (OZONE) تہہ پر اثر ڈالتی رہے گی۔ سائنسدانوں کے تجزیے کے مطابق جو کلورو فلورو کاربن فضا میں جا چکی ہے اس کی زندگی ۱۰۰ (ایک سو) سال ہے۔ یعنی اگر اس وقت کلیۃً کلورو فلورو کاربن (CFC) کا استعمال بند بھی کر دیا جائے تو پہلے ہی فضا میں موجود کلورو فلورو کاربن سو سال تک (OZONE) اوزون کو کم کرتی رہے گی لیکن یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ (OZONE) اوزون تہہ کیمیکلز یا CFC کی وجہ سے کم تو ہوتی جارہی ہے لیکن قدرتی طور پر اوزون (OZONE) پیدا ہونے کا سامان نہیں ہے۔ اوزون (OZONE) زمین کے بالائی حصے STRATOSPHERE کے علاوہ زمین پر بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ اوزون (OZONE) ہائیڈروکاربن اور سورج کی تیز روشنی کے درمیان عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ موسم گرما میں دوپہر کے وقت اگر ربوہ میں پہاڑیوں کی طرف دیکھیں تو بعض دفعہ سورج کی تیز روشنی میں لہریں سی نظر آتی ہیں جس سے آنکھیں دھندلا جاتی ہیں۔ یہ O_3 گیس ہے لیکن لیکن اس گیس کے بانڈز (BONDS) بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ گیس جلد O_2 (آکسیجن) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس کے بانڈز مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ اوزون (OZONE) جو زمین پر پیدا ہوتی ہے۔ ایک تو کم ہوتی ہے دوسرا یہ کچھ دیر بعد ہی آکسیجن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ اوزون آکسیجن میں تبدیل نہ بھی ہو تو اس کا اوزون (OZONE) تہہ تک پہنچنا انتہائی مشکل ہے۔ قدرت کے بنائے ہوئے نظام کے آگے انسان کتنا بے بس نظر آتا ہے۔ اس کی مثال اسی اوزون تہہ کی کمی کو انسانی کوششوں سے پورا کرنے سے بھی لگائی جا سکتی ہے اگر اس وقت دُنیا میں موجود سب توانائی (دُنیا میں ہر پاور پلانٹ کی طاقت موجود کوئلے کی تمام طاقت اور تیل کے ذخائر کی تمام قوت) بھی صرف اس بات پر لگادی جائے کہ زمین کے گرد (OZONE) اوزون تہہ کو اُوپر اٹھا دیا جائے (چونکہ اوزون (OZONE) تہہ نیچے کی طرف سرکتی ہے۔ اس کو اُوپر اُٹھانا ہمارے لئے فائدہ مند ہوگی) تو پھر بھی دُنیا میں موجود تمام طاقت اتنا کام بھی نہیں کر سکتی۔

زمینی سطح پر اوزون (OZONE) پیدا کرنے کے علاوہ STRATOSPHERE حصے میں بھی الٹراوائلٹ (UV) لائٹ اوزون پیدا کرتی ہے۔ لیکن اس کی مقدار اُس سے کم ہے جتنی انسان ضائع کر رہا ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کلورین پانی کی صفائی کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے تو کیا یہ کلورین بھی اوزون کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب منفی میں ہے کیونکہ کلورین صرف کلورو فلورو کاربن کے حصے کے طور پر ہی فضا میں یعنی اوزون (OZONE) تہہ سے بالائی حصے میں جا سکتی ہے۔ اور وہاں UV (الٹراوائلٹ) لائٹ کی وجہ سے کلورین میں تقسیم ہو کر اوزون (OZONE) کو نقصان پہنچاتی ہے۔ جو کلورین یا کلورائیڈز زمین پر استعمال ہوتی ہے چونکہ وہ دوسری چیزوں یا پانی کے ساتھ

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

درخواستِ دعا

○ مکرم ڈاکٹر خواجہ محمد افضل صاحب بعارضہ دردِ پتہ راولپنڈی میں علیل ہیں چند روز سے تکلیف زیادہ ہے۔

○ مکرم محمد نواز صاحب مومن پنشنر صدر انجمن احمدیہ ایک حادثے میں زخمی ہوگئے ہیں۔ ٹانگوں پر چوٹ آئی ہے پوری طرح چل پھر نہیں سکتے۔

○ مکرمہ شمیم فردوس صاحبہ اہلیہ مکرم محمد انور ہاشمی صاحب چیف سینٹری انسپکٹر کنٹونمنٹ بورڈ ملتان کی ٹانگوں پر پلستر لگا دیا گیا تاکہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو سکیں۔ عرصہ سات سال سے جوڑوں کی تکلیف زیادہ ہو جانے سے وہ چل نہیں سکتی تھیں۔

○ محترمہ نعمت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم نور دین صاحب کریم نگر فیصل آباد بعارضہ بلڈ پریشر اور شوگر سخت بیمار ہیں۔ الائیڈ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

○ مکرم مرزا منظور احمد صاحب شاد لالہ موسیٰ کی والدہ صاحبہ بلڈ پریشر اور دل کی مریضہ ہیں۔

احباب ان کے لئے دعا کریں۔

سانحہ ارتحال

عزیزم ندیم احمد ولد چوہدری رشید احمد صاحب آف میانوالی عمر تقریباً انیس سال مورخہ ۲۱ر اگست ۱۹۹۲ء کو کالا باغ کے مقام پر دریائے سندھ میں نہاتے ہوئے ڈوب کر وفات پا گیا۔ اگلے روز نعش ہی جو تدفین کے لئے ربوہ لائی گئی۔ نماز جنازہ مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر نے دار الضیافت میں ۱۲ بجے شب کے قریب پڑھائی۔ اس کے بعد قبرستان عام میں تدفین عمل میں آئی۔ اس موقع پر احمدی احباب کے علاوہ کثیر تعداد میں دیگر احباب بھی میانوالی سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

احبابِ جماعت کی خدمت میں عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ موصوف کی بلندی درجات اور اس کے والدین اور بھائی بہنوں کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کریں۔

○ محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ نور عالم صاحب بھٹی آف کالو وال ۲۰ اگست ۹۲ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں انتقال کر گئیں۔ احباب ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔

آفس سیکرٹری کی ضرورت

○ لجنہ اماء اللہ پاکستان کے دفتر میں ایک آفس سیکرٹری کی ضرورت ہے۔ اچھی تعلیم یافتہ سنجیدہ مزاج انتظامی صلاحیتیں رکھنے والی خواتین یا لڑکیاں درخواست دیں۔

(صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان)

۲۲ر اگست ۱۹۹۲ء کے الفضل میں نمایاں کامیابی کے تحت عزیزہ سائرہ ظفر صاحبہ کے متعلق اعلان شائع ہوا تھا کہ انہوں نے امسال میٹرک کے امتحان میں کریسنٹ ہائی سکول شادمان لاہور سے نمایاں کامیابی سے امتحان پاس کیا ہے۔ عزیزہ سائرہ ظفر صاحبہ محترمہ ممتاز فقر اللہ صاحب آف مری کی پوتی ہیں، جو اللہ کے فضل سے جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتی ہیں۔

بقیہ: صفحہ ۳ سے آگے

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال بھی میرے دل میں آیا کہ زبان اور دل کی گواہی بھی کافی نہیں ہے۔ بسا اوقات انسان بڑے خلوص کے ساتھ اقرار کرتا ہے ہدیے پیش کرتا ہے زبان کے اور دل کے لیکن جب عملاً ابتلاء کے دور میں سے گزرتا ہے تو ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ بہت سے بڑے سچے خلوص سے وعدے کرنے والے میری نگاہوں میں پھر گئے اور اس وقت مجھے خیال آیا کہ (حاضر و غائب جاننے والے خدا) کا مضمون ابھی جاری ہے۔ جب تک عمل میں یہ شہادت نہ ڈھلے اس وقت تک یہ مضمون کامل نہ ہوگا چنانچہ میں نے سوچا کہ ایمان کی بھی تو یہی تین منازل بیان کی گئی ہیں:۔

زبان سے اقرار، دل سے گواہی اور عمل سے تصدیق۔ تو وہ جو دل میں ایک کیڑا سا پیدا ہوا کہ میں نے گویا بڑا تیر مار لیا ہے۔ وہ سب کیڑا کچلا گیا (حاضر و غائب کا علم جاننے والا خدا ہے) کے مضمون کے پاؤں تلے اور اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ پھر ہمیشہ مختلف مواقع پر مجھے عملاً یہ غور کرنے کا موقع ملا کہ عمل کی دنیا میں ان عہدوں کو سچا ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

کامل اطاعت کے باوجود ایک امام جماعت سے خیالات میں، تصورات میں اختلاف ہو سکتے ہیں اور جائز ہے اپنے خیالات پر تو بندے کا بس کوئی نہیں۔ وہ درست ہوں یا غلط، تقویٰ کا تقاضا ہے کہ جو ہیں ان سے انسان آگاہ ہو اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ہرگز اس رنگ میں استعمال نہ ہونے دے جس سے سلسلے کے مفاد کو یا بیعت اطاعت کو کوئی گزند پہنچنے کا خدشہ ہو۔ اگر کوئی اس کے نتیجہ میں اسے تکلیف پہنچتی ہے تو اس اقرار کو یاد رکھے اور اس تکلیف کو برداشت کرے لیکن ہرگز اشارۃً یا کنایۃً اس کے منافی کوئی حرکت نہ کرے۔

تو چنانچہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن آپ میں سے ہر شخص اپنی زندگی میں یہ تجارب رکھتا ہے۔ بچے ماں باپ کے متعلق یہ تجربہ رکھتے ہیں کہ خوشی کے ماحول میں جب انعام مل رہے ہوں ان کی طرف سے، جب پیار کا اظہار ہو رہا ہو تو بڑی گہری وفا کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ پیار کے جذبے خوب پھیل جاتے ہیں، ساری زندگی پر محیط ہو جاتے ہیں لیکن جب کوئی ناخوشی کی بات دیکھیں، جب کوئی تکلیف کا پہلو سامنے آئے تو آہستہ آہستہ وہ محبت سمٹنے لگتی ہے اور بعض اوقات اگر بدبختی ہو، اولاد کی، تو بغاوت پر بھی آمادہ ہو جاتی ہے۔ (کلامِ الٰہی) نے اُف بھی نہ کہو، کا جو مضمون بیان کیا، اسی دوران مجھ پر اس کی بھی حقیقت کھلی کہ ماں باپ سے اگر ایسی بات سرزد ہو سکتی ہے کہ اولاد کو حکم ہے کہ اُف نہیں کہنا تو امام جماعت کا حق تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس موقع پر بھی اُف زبان پر لائے بغیر اگر صبر اور اطاعت اور وفا کا نمونہ دکھاؤ گے تو خدا کے ہاں حرف حرف ہی مقبول ہوگا۔

(الفضل ۲۸ جون ۱۹۸۲ء)

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

میں سے چار سندھ سے ہیں۔ ان کے علاوہ ماہرین تعلیم اور محکمہ تعلیم کے سرکاری افسروں نے بھی شرکت کی میٹنگ کے دوران اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ تعلیم کے سسٹم کو بہتر بنایا جانا چاہیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ طلباء کی اخلاقی حالت اور ان کے کردار کو سنوارا جائے اور ایسا اسلامی ہدایات اور تعلیم کے مطابق ہونا چاہیئے۔ انہوں نے بھی کہا کہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق تعلیم دی جانی چاہیئے جہاں تک پرائمری سطح کا تعلق ہے مقامی زبان کے استعمال کا مشورہ دیا گیا۔ انگریزی زبان پرائمری سے سیکنڈری تک پڑھائی جانی چاہیئے اور اس کے بعد بھی تاکہ بچے انگریزی زبان میں مہارت حاصل کریں۔ یہ وہ زبان ہے جس سے ساری دنیا میں کام لیا جا سکتا ہے۔

میٹنگ میں شرکت کرنے والوں میں جسٹس ظہور الحق جسٹس شجاعت علی قادری۔ ڈاکٹر ایم اے بلوچ، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ڈاکٹر محمد زمان۔ ڈاکٹر عبد الغفور جو کمیشن کے سیکرٹری ہیں۔ پروفیسر انیتہ غلام علی۔ پروفیسر حسنین کاظمی۔ بشیر احمد موریانی۔ ایجوکیشن سیکرٹری ڈاکٹر ناظمہ ترمذی۔ پروفیسر غلام مصطفےٰ قاسمی۔ ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو۔ پروفیسر علی رضا شاہ نقوی حمید میمن اور سکولوں اور کالجوں کے ڈائریکٹرز نے بھی اس میں حصہ لیا

بقیہ: صفحہ ۶ سے آگے

عمل پیدا کرتی ہے اس لئے یہ فضا میں نہیں جاتی۔ اگر ملکوں کے CFC (کلورو فلورو کاربن) کے استعمال کے لحاظ سے گروپ بنائے جائیں تو پہلے گروپ میں امریکہ، سابقہ روس کی ریاستیں اور یورپین ممالک آتے ہیں یعنی ان ملکوں میں سالانہ لاکھوں میٹرک ٹن CFC استعمال ہوتی ہے۔ دوسرے گروپ میں پاکستان، کینیڈا، برازیل، آسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ اور چین آتے ہیں جہاں سالانہ ہزار ہا میٹرک ٹن CFC استعمال ہوتی ہے۔ انڈیا تیسرے گروپ میں آتا ہے۔

اوزون (OZONE) تہہ کی کمی کی وجہ سے زمین پر الٹرا وائلٹ (UV) شعاعیں زیادہ تعداد میں پہنچنے سے احتیاطیں جو ہمیں برتنی چاہئیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ دوپہر کے وقت۔ ۱ بجے صبح سے ۳ بجے بعد دوپہر سورج کی روشنی میں جانے سے گریز کرنا چاہیئے۔

۲۔ سر پر ایسی ٹوپی یا کپڑے کا استعمال کیا جائے جو کانوں پر سیدھی روشنی ڈالنے سے بچائے۔

۳۔ باہر سورج کی تیز روشنی میں ہمیں ایسی رنگین عینک پہننی چاہیئے جو (UV) الٹرا وائلٹ روشنی کو روک سکے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ ربوہ یکم ستمبر۔ کل سے حبس اور گرمی کی شدت ہے۔ آج گیارہ بجے سے بجلی کی رو بھی وقفہ سے بند ہو رہی ہے

○ غیر جانبدار ملکوں کی چھ روزہ سربراہی کانفرنس یکم ستمبر کو جکارتہ میں شروع ہو گئی۔ سلامتی کونسل کو جمہوری بنانے اور ویٹو کا حق ختم کرنے پر زور دیا جائے گا۔

○ وزیراعظم پاکستان اور بھارتی وزیراعظم بھی کانفرنس میں شرکت کے لئے جکارتہ پہنچ گئے۔

○ انڈونیشیا کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ پر بدستور قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی بم کی اصطلاح پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کو بدنام کرنے کے لئے ایجاد کی گئی ہے۔

○ موسم گرما کی تعطیلات کے بعد تعلیمی ادارے یکم ستمبر سے کھل گئے ہیں۔

○ صوبائی وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ امتحانی مراکز میں بدعنوانی کے مرتکب اساتذہ کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

○ امریکہ نے پاکستان اور بھارت کو یہ تجویز پیش کی ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے "اچانک حملے" سے بچنے کے لئے ایک دوسرے کو جاسوسی کرنے کی اجازت دے دیں۔ اس معاہدہ کے تحت دونوں ملک ایک دوسرے کی فوجی نقل و حرکت کا جائزہ لے سکیں گے۔

○ کابل کا [illegible]ا ہوائی اڈہ پروازوں کے لئے کھول [illegible]دیا گیا ہے۔ جنگ بندی کے معاہدہ پر [illegible] عمل درآمد کے لئے کابل کے مختلف م[illegible]امات پر گیارہ نگران ٹیمیں تعینات کر د[illegible]ی گئی ہیں۔

○ سپریم [illegible]کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ محترمہ [illegible]ے نظیر دور میں سزائے موت کے قیدیوں [illegible]و صدر کی طرف سے عام معافی کا فی[illegible]لہ برقرار رہے گا۔ ۶۔ ستمبر ۱۹۸۸ء تک [illegible] دی گئی سزائے موت عمر قید میں تبد[illegible]یل [illegible]یں۔

○ عراق کے [illegible] صدر نے کہا ہے کہ عراق کو تقسیم کرنے ک[illegible]ی سازش کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

○ بھارتی ذر[illegible]ئع ابلاغ نے کشمیری مجاہدین کے خلاف پراپیگنڈہ مہم تیز کر دی ہے۔ ٹائمز آف انڈیا کی اطلاع کے مطابق بھارتی فوج کی خاصی تعداد مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہو چکی ہے۔

○ بھارت نے ستلج میں اچانک پانی چھوڑ دیا جس کی وجہ سے قصور اور بہاولنگر سیلاب کی لپیٹ میں آ گئے قصور کے علاقے میں دریائی سطح ۵ فٹ سے بڑھ گئی۔ پانی کا بڑا ریلا آج پاکستان داخل ہو گا۔

○ جمیعت علماء اسلام اور اسلامی جمہوری محاذ کے سیکرٹری مولانا فضل الرحمن نے کہا ہے کہ محترمہ بے نظیر نے روٹی کپڑا۔ مکان اور نواز شریف نے شریعت کے نام پر عوام کو دھوکا دیا ہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کا چکر نہیں چلنے دیں گے۔ کشمیر میں اقوام متحدہ کی قرار دادوں پر عمل کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی ملکوں کو باور کرا دینا چاہتی ہوں۔ قانون سب کے لئے ایک ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ جہاں آپ کو پسند ہو وہاں نیو ورلڈ آرڈر اور جہاں ناپسند ہو وہاں پرانا ورلڈ آرڈر۔

○ بھارتی فوج کے ساتھ تصادم میں ۵۲ کشمیری حریت پسند شہید کر دیئے گئے۔

احمد ڈینٹل کلینک
دانتوں کا معائنہ مفت
ڈینٹسٹ رانا مدثر احمد
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک۔ ربوہ
½۴ بجے تا ½۸ بجے شام

ضروری اطلاع

تمام طلباء و طالبات نیز والدین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ علم و عمل اکیڈیمی واقع دار الصدر غربی ربوہ میں مورخہ یکم ستمبر ۹۲ء سے باقاعدہ کلاسز منعقد ہو رہی ہیں۔ وقت مقررہ پر تمام طلباء و طالبات اکیڈیمی میں پہنچ جائیں۔

——— پرنسپل

جدید ہومیوپیتھی

کیوریٹو سسٹم (CURATIVE SYSTEM) ہومیوپیتھی کی جدید ترین (MODERN) صورت ہے۔ محض چھوٹی طاقت (۳۰ پوٹینسی یا اس سے کم) کے چند مرکبات تو[illegible] یورپ اور ایشیا کی کئی کمپنیاں پیش کرتی ہیں لیکن ٹنکچر (Q) سے لے کر ۶، ۳۰، ۲۰۰، ۱۰۰۰، دس ہزار اور لاکھ طاقتوں (POTENCIES) میں ۵۰۰ مکمل اور مختصر کورسز میں عا[illegible]م استعمال کی انسانی، حیوانی اور پولٹری ادویات کا ایک نظام صرف ہم پیش کرتے ہیں۔ پرانی، ض[illegible]دی، بار بار حملہ کرنے والی اور پیچیدہ امراض کے مکمل کورسز، رہنما لٹریچر کے ساتھ ایسا آسان [illegible] طریقہ علاج مہیا کرتے ہیں کہ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں ایلوپیتھ ڈاک[illegible]ٹر اور یونانی طبیب بھی ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ عام پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کر سکتے [illegible]ہیں —— مفصل لٹریچر ہر شہر کے کیوریٹو سٹاکسٹوں سے مفت یا ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک طلب کریں۔

فون
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ ۶۰۶، ۶۰۷، ۷۷۱

مقدیمی ماولین مشہرہ آفاق
حب اطہراء
سو گولی تیس روپے۔ مکمل کورس ۔/۱۲۰ روپے
نیران
نرینہ اولاد کی مشہور دوا ۔/۱۲۰ روپے
زدجام عشق
تیس گولی ۔/۹۰ روپے
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ گوجرانوالہ۔ پاکستان
فون:۔ ۲۱۹۰۶۵ ۔ ۲۱۸۵۳۴

پتہ

ہیون ہاؤس پبلک سکول ربوہ
داخلہ بھی شروع ہے
۵/۲۲ دار العلوم غربی۔ ربوہ فون: ۷۹۰

ہیون ہاؤس سکول موسم گرما کی تعطیلات کے بعد آج مورخہ یکم ستمبر سے دوبارہ کھل چکا ہے۔ والدین سے التماس ہے کہ بچوں کو سکول یونیفارم میں باقاعدگی سے بھجوائیں۔ ——— پرنسپل ———